

محترم وزیر اعظم، زاہد اسلام کی باتوں پر ضرور غور کیجئے!

زاہد اسلام کافون آیا۔ آواز بالکل صاف نہیں تھی۔ گزارش کی کہ رنگ روڈ سے اُتر کر فون کرتا ہوں۔ دوچار منٹ بعد بات ہوئی تو آواز بھر پور طریقے سے سنائی دے رہی تھی۔ انتہائی مہذب لہجہ میں کہنے لگا کہ معیشت کو نقصان، اربوں یا کھربوں میں نہیں ہو رہا بلکہ نقصان اس قدر زیادہ ہے کہ اس کافی الحال اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ غیر معمولی بات ہے اور اس پر کوئی توجہ نہیں دے رہا۔ پوچھا کہ تفصیل سے بتائیے کہ معاملہ کیا ہے اور کیسے ہو رہا ہے۔ کمال سنجیدگی سے کہنے لگا کہ وزیر اعظم اور برنس کمیونٹی میں اعتماد کا فقدان روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ صورتحال انتہائی تشویشناک نہیں بلکہ خطرناک ہے۔ اس اعتماد کو فوری طور پر بحال ہونا چاہیے۔ بصورت دیگر، پاکستان میں برنس کمیونٹی کامل طور پر کام کرنا چھوڑ دیگی۔ اسکے بعد دوبارہ معیشت کے پیسے کو چلانا تقریباً ناممکن ہو جائیگا۔ زاہد کہنے لگا کہ آپ کسی بھی طریقے سے خان صاحب تک یہ بات پہنچائیں۔ اس سے پہلے کہ عرض کرتا کہ میری وزیر اعظم تک کوئی رسائی نہیں۔ زاہد کہنے لگا کہ اسکو کالم کی شکل میں لکھیں۔ ہو سکتا ہے یہ کسی دوسرے کے ذریعے سے عمران خان صاحب تک پہنچ جائے۔ گفتگو میں جو کچھ کہا، گزارش کرتا ہوں۔ سب سے پہلے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ زاہد دراصل ہے کون اور اسکی بات کو اس قدر سنجیدگی سے کیوں لے رہا ہوں۔

شیخ زاہد اسلام میرے بچپن کا جماعتی ہے۔ دونوں ڈویژنل پلیک سکول میں ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے۔ زاہد تین پستوں سے حد درجہ کامیاب کاروباری انسان ہے اور بنیادی طور پر کپڑے کے کام سے مسلک ہے۔ اسکی متعدد فیکٹریاں اور ملیں ہیں، جواب اسکے پچ چار ہے ہیں۔ زاہد پورے کاروبار پر کڑی نظر رکھتا ہے اور اس نگرانی کی بدولت کامیاب برنس میں ہے۔ والد محترم بھی کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ ساتھ ساتھ لاکل پور بلدیہ کے کوئسلر بھی تھے۔ ویسے سماٹھ کی دہائی میں بلدیاتی نمائندہ ہونا آج کے ایم پی اے کے برابر ہے یا یاقابلی طریقے پر شائد زیادہ ہی ہو۔ زاہد کے والد اور دیگر بھائی بہن، جناح کالونی میں ہی رہتے تھے۔ ہمارا گھر بھی جناح کالونی میں ہی تھا۔ اسی سکول کے علاوہ بھی زاہد سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ والد سے لیکر خود زاہد اسلام تک اور اب اسکے بچوں تک، یہ لوگ صرف کاروبار کرتے رہے ہیں۔ انہیں اسکے علاوہ کچھ بھی نہیں آتا۔ ویسے آنا بھی نہیں چاہیے۔ اسیلے کہ یہ اپنی محنت پر صاحبِ ثروت لوگ ہیں۔ ایک اہم بات یہاں کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ خاندان بنیادی طور پر پشتی رکیس رہا ہے اور محنت کر کے دولت مند ہوا ہے۔ اسیلے ان لوگوں میں کسی طرح کی بناؤٹ یا قصنع موجود نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہوں گا کہ زاہد میں نو دولتیوں کی کوئی عادت موجود نہیں ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کتنا بھر پور تاجر ہے اور وہ کسی سے، اس معاملہ پر قطعاً بات نہیں کرتا۔ والدوفت ہو چکے ہیں۔ اب تمام بھائی علیحدہ اطمینان سے کاروبار کر رہے ہیں۔ ہاں زاہد، بذاتِ خود، فیصل آباد چیمبر آف کامرس کا صدر بھی رہا ہے اور بڑا کامیاب صدر رہا ہے۔ تمہید کا مقصد صرف یہ ہے کہ ملکی معیشت پر اسکی حد درجہ گہری نظر ہے اور وہ ان معاملات کو باریکی سے سمجھتا ہے۔

فون پر کہنے لگا کہ کسی بھی تاجر کی کسی بھی حکومت سے وابستگی نہیں ہوتی۔ وہ تو صرف یہ دیکھتا ہے کہ کوئی حکومت ”بزنس فرینڈلی“ ہے اور کون سی نہیں ہے۔ کاروباری طبقہ ہر حکومت کو کاروباری آنکھ سے دیکھتا اور پرکھتا ہے۔ جو حکومت اسکے لیے ثابت پالیسیاں تشکیل کرے۔ سرکاری عمال کے غمیض و غصب سے دور رکھے۔ سرمایہ کو جائز طریقے سے فروغ دینے پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو، وہ انکے لیے بہترین حکومت ہوتی ہے۔ انکو کسی اور چیز سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوتی۔ زاہد نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ حکومت کو ”سیٹھم فرینڈلی“ ہونا چاہیے۔ گفتگو کا اہم ترین نکتہ یہ تھا کہ موجودہ حکومت کاروباری طبقے کا اعتماد حاصل نہیں کر پا رہی۔ حکومت، انکی معاشی ٹیم اور اکابرین نے اس خلاکو پورا یا کم کرنے کیلئے کوئی خاص محنت نہیں کی۔ نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ تاجر طبقہ اور موجودہ حکومت کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ عدم اعتماد کے نقصان کافی الحال انداز نہیں لگایا جاسکتا۔ یا ربوں، کھربوں سے بھی بہت زیادہ ہے۔ عرض کرنا ضروری ہے کہ نقصان کم از کم موجودہ حالات میں ہماری سوچ سے بھی زیادہ ہے۔ زاہد یہ بھی کہنے لگا، کہ تاجر حضرات کا خیال تھا کہ ٹیکس اور دیگر معاملات میں حکومت بہت بڑے کاروباری جنات سے پوچھ گچھ کر لے گی۔ کھرب پتی لوگوں سے انکے ذرائع آمدی، منافع اور جائیداد کا حساب لے گی۔ مگر عملی طور پر تو یہ معاملہ پانچ لاکھ تک کے بیوپاری تک آچکا ہے۔ اسکا یہ مطلب ہوا کہ ٹیکس سے منسلک سرکاری عمال چھوٹے سے چھوٹے کاروباری آدمی کی بھی پکڑی اچھانے کی پوزیشن میں آچکے ہیں۔ یعنی، بڑے بڑے مگر محظوظ پر آہنی ہاتھ ڈالنے کی بجائے، کھو کھے اور یڑھی بانوں تک معاملات آچکے ہیں۔ اس سے بدترین خوف پیدا ہو چکا ہے۔ بقول زاہد، محترم وزیر اعظم کو اس ابتر صورتحال سے آشنای ضروری ہے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تاجر طبقہ، خوف اور عدم اعتماد کی کیفیت میں ہے۔ اس سے ملکی معیشت بیٹھ جائیگی۔ کوئی بھی بندہ کاروبار کرنے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ زاہد اسلام سے دس بارہ منٹ طویل بات ہوئی اور اسکے بعد طے ہوا کہ ہم دونوں، ایک ڈیڑھ ہفتہ میں ملیں گے اور اس معاملہ پر بیٹھ کر سنبھیگی سے دوبارہ غور کریں گے۔

ایک رویہ تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اس عصر کو بالکل رد کر دیں کہ کاروباری طبقہ عدم تحفظ کا شکار ہے۔ یعنی کوئی مسئلہ ہے ہی نہیں۔ گورنر ٹیٹ بینک کی ایک پریس کانفرنس سن کر کم از کم میرے جیسے جاہل آدمی کو یہی لگا کہ پاکستانی معیشت بالکل درست ہے اور کسی قسم کا کوئی ایشیا مسئلہ نہیں ہے۔ ڈالر کی اڑان کے متعلق انکی گفتگو کا لب لباب تھا کہ یہ پاکستانی معیشت کیلئے سودمند ہے۔ ماہر معاشیات ہرگز ہرگز نہیں ہوں۔ سامنس کا سادہ ساطا بعلم ہوں۔ انکی ڈالر کے متعلق منطق سے کوئی بھی ماہر معاشیات متاثر نہیں ہوا۔ بہر حال ڈالر کی قدر میں اضافہ کا حصہ پیغام یہ ہے کہ پاکستانی کرنی کمزور ہو رہی ہے اور یہ کوئی ثابت بات نہیں ہے۔ گورنر ٹیٹ بینک کی ذہانت ایک طرف مگر انہیں کاروبار کرنے کا وہ تجربہ حاصل نہیں ہے جو زاہد اسلام اور اس طرح کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تاجر حضرات کے پاس ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کو تسلیم ہی نہ کریں کہ ملکی معیشت شدید مسائل کا شکار ہے، تو میرے نزدیک یہ ”ملک دشمنی“ ہو گی۔ سرکاری معاشی اکابرین کو معیشت کو درپیش مسائل کا بھرپور اداک ہونا چاہیے۔ ذاتی خیال ہے کہ صورتحال اس درجہ گھمبیر ہے کہ مسئلہ معاشی ٹیم کے علاوہ خان صاحب کے ریڈار پر بھی ہونا چاہیے۔ مجموعی طور پر تاثر بھرپور طریقے سے منفی ہی ہے۔ یہ حد درجہ کڑواچ ہے۔

دوسرامعاملہ یہ کہ معیشت کے مسائل کا اداک کرتے ہوئے، ٹیکس نیٹ کو بڑھانے اور اقتصادی اصلاحات کو بتدریج راجح

کرنا چاہیے۔ ہر کام ایک ساتھ شروع کرنے سے مسائل پیچیدہ تر ہو چکے ہیں۔ بذریعہ اصلاحات سے ایک تو گھبراہٹ کا عنصر سامنے نہیں آیا گا۔ پانچ سال کی مدت میں حکومت معاملات کو بہتر کرنے میں کامیاب ہو جائیگی۔ معاشی فوری اعلانات سے اعتماد کی فضا کو بہت دھپکا لگا ہے۔ بہتری اسی وقت ممکن ہے جب وزیر اعظم اور انکی ٹیم کو کاروباری طبقے کی درست صورتحال اور خیالات کا اندازہ ہو۔ اسلیے تجویز کرتا ہوں، کہ محترم وزیر اعظم فوری طور پر پاکستان کی بنس کمیونٹی سے ضلعی سطح تک رابطے میں آئیں۔ بذاتِ خود، ہر صوبے میں جا کر، ضلع کی حد تک تاجر حضرات سے ذاتی ملاقاتیں کریں۔ چیزبرآف کامرس کے لوگوں سے بھی بات کریں۔ مگر ان سے بھی زیادہ، اہم وہ لوگ ہیں جو بذاتِ خود کاروباری ہیں اور ہر طرح کی سیاست سے دور ہیں۔ میں تو یہ عرض کروں گا کہ آج کی ٹیکنالوجی کے ذریعے، عمران خان صاحب، دن میں ایک گھنٹہ، ہر ضلع کے تاجر حضرات سے ویڈیو کانفرنس کریں۔ انکی تجاویز کو سنجیدگی سے لیں۔ انکی بہتری کے فیصلوں میں کوئی تاخیر نہ کریں۔ وزیر اعظم بذاتِ خود، دن میں ایک گھنٹہ، ان کاروباری حضرات سے خود مکالمہ کریں۔ صرف تین چار ہفتوں میں وزیر اعظم، اس عدم اعتماد کی خلیج کو پٹ دینے کے جواں وقت حد درجہ گہری اور بڑی ہوتی جا رہی ہے۔ یہ ورنی تعلقات اپنی جگہ پرحد درجہ اہم ہیں۔ مگر ملک کی معیشت اور اس سے وابسطہ لوگ سب سے زیادہ اہم ہیں۔ خان صاحب کی شخصیت کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ انکی دیانتداری پر کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتا۔ ذاتی نفع اور نقصان سے اوپر نکل چکے ہیں۔ اچھی ساکھ انکی سب سے بڑی طاقت ہے۔ یہ ساکھ انکے کاروباری طبقے سے تعلقات کو بہت بہتر بنایا سکتی ہے۔ ہاں یہ بھی عرض کرتا چلو۔ کہ عمران خان کے علاوہ کاروباری طبقہ کسی بھی با بوس معاشی ٹیم سے مطمئن نہیں ہو گا۔ انکی معاشی ٹیم بہتر ہے۔ مگر اسکی ساکھ وہ نہیں ہے جو محترم وزیر اعظم کی ہے۔ لہذا، سب کام چھوڑ کر، خان صاحب کو تاجر کمیونٹی سے براہ راست رابطہ کرنا چاہیے۔ اس رابطے کی بدولت وہ اعتماد واپس آجائیگا، جو اس وقت سب کیلئے سو حان رو ج بن چکا ہے۔ جس سے ڈال کی مصنوعی قلت پیدا کی جا رہی ہے۔ جس سے مہنگائی کے عفریب کو تو ان کیا جا رہا ہے۔

ذہن میں رہنا چاہیے کہ بقدامتی یا خوش قسمتی سے ہمارے ملک میں شخصیات نظام سے زیادہ اہم ہیں۔ عمران خان وہ انسان ہے جس پر لوگ اب بھی اعتماد کرتے ہیں۔ مگر براہ راست مکالمہ کی عدم موجودگی سے بنس کمیونٹی دور سے دور تر ہوتی جا رہی ہے۔ تھوڑے عرصے بعد، یہ موجودہ حکومت کو اپنادشمن قرار دے دیگی۔ اس وقت کی صورتحال کو سنبھالنا تقریباً ناممکن ہو گا۔ کیونکہ ایک بار انسانی ذہن میں کوئی منفی بات بیٹھ جائے، تو اسے کھرچ کر ختم کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اس منفی صورتحال کو کسی صورت میں پھلنے پھولنے نہیں دینا چاہیے۔ یہاں تک عرض کروں گا کہ خان صاحب، فیصل آباد، سیالکوٹ، گجرانوالہ اور دیگر صنعتی شہروں میں مستند تاجر حضرات کو اسلام آباد آنے کی دعوت دیں۔ ان سے کھل کر بات کریں۔ انکے مسائل کو حل کرنے کیلئے فوری اقدامات کریں۔ شائد زاہد اسلام کا شکوہ، وزیر اعظم کی ٹیبل تک پہنچ جائے۔ شائد براہ راست رابطے شروع ہو جائیں۔ شائد اعتماد کی فضا بحال ہو جائے!